مسلم تہذیبی روایت میں اخلاق و تصوف اور مسلم خواتین کا کردار

سید متین احمد شاہ ۞

کسی بھی عمرانی، قانونی یا دینی نظم کی صحیح اور متوازن تصویر کاری نوعِ انسانی کے درمیان عدل وانصاف کے تقاضوں کو بروے کار لائے بغیر ممکن نہیں ہے اور نوعِ انسانی چوں کہ مرد و عورت کی دو بنیادی انواع میں منقسم ہے، اس لیے یہ عمل دونوں انواع میں سے کسی ایک سے بھی صرفِ نظر کر کے ممکن نہیں ہے۔ دینِ اسلام کے متعدد دیگر روشن پہلوؤں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے معلوم تاریخ میں عورت کو ایک بلند مقام بخشا؛ چناں چہ اسلام کی تاریخ کے صفحات میں وہ ہمیں غیر معمولی کارناموں کے حامل وجود کے طور پر جلوہ گر معلوم ہوتی ہے اور اس کے یہ کارنامے علم و عمل دونوں کے میدان میں نہایت درخشاں ہیں۔ زیرِ نظر تحریر کا تعلق مسلم تاریخ میں خواتین کے اخلاق و تصوف کے میدان میں خدمات کے ساتھ ہے، اس لیے کوشش کی جائے گی کہ اس پہلو کا اپنے تتبع کی حد تک جائزہ پیش کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے تمہیداً بعض دیگر امور کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ تحریر کی اجزا کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

- تمہید
- تہذیبِ اسلامی اور اخلاق و تصوف
- مسلم روایتِ تصوف اور خواتین
- مسلم خواتین اور تصوف: تین زاویے

۱– خواتین کا شغفِ زہد و تصوف: عملی اور علمی پہلو

۲– خواتین کا صوفی مشائخ سے دینی استفادہ

۳– مرد حضرات کا صوفی خواتین سے استفادہ

۞ مدیر **فکر و نظر**، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔(mateen.ahmad@iiu.edu.pk)

تمہید

تصوف ذاتِ کبریا کی قربت، اس کی رضا اور اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنے سے عبارت ہے۔ انسان کی فطرتِ سلیمہ میں ذاتِ باری کی طرف ایک رجحان رکھ دیا گیا ہے، جو افراد میں قوت اور ضعف کے فرق کے ساتھ بہر حال موجود ہوتا ہے۔ اپنے من کے نہاں خانے میں چھپے ان اسرار کے عرفان کی تلاش حیات وکائنات کے سربستہ معموں کا باب وا ہونے کی کلید ہے۔ اس راہ کا زادِ راہ تہذیب واصلاحِ اخلاق ہے۔ انسانی قلب پر جمے رذائلِ اخلاق کے زنگ کو دور (تخلیہ) کرکے ان کی جگہ فضائلِ اخلاق کی آب یاری (تحلیہ) معرفتِ ربانی کی اساس ہے۔ جو انسان، مرد یا عورت، اس مقصد اور مجاہدے میں جس قدر کام یاب ہو گا، اسی قدر معرفتِ ربانی سے بھی شناسا ہوتا چلا جائے گا۔ ہر انسان اپنے باطن میں اپنے اصل مرکز کی طرف لوٹنے کے لیے عہدِ الست کی یہ تڑپ محسوس کرتا ہے۔ اس جوہرِ محبت کا رخ اگر مادی چیزوں کی طرف مڑ جائے تو وہ انھی کی پستیوں کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے اور اگر افلاک کی رفعتوں کے حقائق کی طرف اپنی طلب کو موڑ دے، تو اس کی زندگی سے ربانیت کی خوش بو پھوٹتی ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ اپنی معروفِ عالم مثنوی کا آغاز ایک بانسری کی مثال سے کرتے ہیں، جس کا بجنا اور نالہ وشیوَن برپا کرنا گویا روحِ انسانی کی دائمی بے چینی کی تمثیل ہے۔ علامہ اقبالؒ **جاوید نامہ** میں زندگی اور درونِ انسانی جوہر کے ربط کے حوالے سے کہتے ہیں:

زنده ای یا مرده ای یا جاں بلب
از سه شاہد کن شہادت را طلب
شاہد اول شعور خویشتن
خویش را دیدن به نور خویشتن
شاہد ثانی شعور دیگری
خویش را دیدن به نور دیگری
شاہد ثالث شعور ذات حق
خویش را دیدن به نور ذات حق(۱)

۱۔ محمد اقبال، **کلیاتِ اقبال-فارسی** (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۱ء)، ۱۹/ ۶۰۷۔

(تو زندہ ہے یا مردہ یا جاں بہ لب؛ تین شواہد کی مدد سے شہادت حاصل کر۔ شاہدِ اول اپنی ذات کا شعور اور اپنے آپ کو اپنے نور سے دیکھنا ہے، شاہدِ ثانی دیگر کا شعور ہے، یعنی اپنے آپ کو دیگر کے نور سے دیکھنا اور شاہدِ ثالث ذاتِ حق کا شعور ہے، یعنی اپنے آپ کو ذاتِ حق کے نور سے دیکھنا۔)

علامہ اقبالؒ کے نام ور شارح ڈاکٹر رفیع الدین بجا طور پر کہتے ہیں کہ ''انسان اپنی خود شعوری کی وجہ سے یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی محبوب ہے جو اس سے بچھڑا ہوا ہے اور جس کے بغیر اس کی زندگی میں ایک بہت بڑا خلا ہے۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے وہ تصوراتِ حسن قائم کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے اور اپنی عملی زندگی کو ان کی پیروی کے لیے وقف کرتا ہے، لیکن صرف ایک ہی تصورِ حسن ایسا ہے جو اپنی صفات اور خصوصیات کی وجہ سے اس کی خودی کے تقاضوں سے مطابقت رکھتا ہے اور انھیں پوری طرح مطمئن کر سکتا ہے اور وہ خدا کا تصور ہے۔''[۲]

تہذیبِ اسلامی اور اخلاق و تصوف

تصوف کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں: دینی تصوف اور فلسفیانہ تصوف۔ دینی تصوف تمام ادیان میں مشترک امر ہے خواہ وہ سماوی ادیان ہوں یا قدیم مشرقی ادیان۔ فلسفیانہ تصوف بھی قدیم ہے جو مشرق و یونان سے ہوتا ہوا یورپ کے عصورِ وسطیٰ و جدید میں موجود ملتا ہے۔ اسلام کی روایتِ دانش کے دو رُخ ہیں: معرفت یا عرفان اور فلسفہ یا حکمت؛ ان دونوں کا مرکزی اور جامع قطب عقیدۂ توحید ہے جو فکرِ اسلامی کے تمام اظہاریوں میں یوں جلوہ گر ہے جیسے بدنِ انسانی میں خون دوڑتا ہے۔ علومِ اسلامی توحید کے وحدانی کردار کا پرتو ہیں اور یہی قدرِ جامع (Unifying Thread) ان علوم و فنون کو ایک عضویاتی ربط عطا کرتی ہے؛ تاہم یہ بات پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کی عرفانی روایت کے دو دھارے ہیں: ایک قسم کا تصوف وہ ہے جو قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ سے ماخوذ ہے اور دوسرا وہ غیر اسلامی تصوف ہے جس میں دیگر تہذیبوں کے غیر صالح اجزا شامل ہیں۔ عام طور پر جب مسلم دنیا میں تصوف کی مخالفت کی گئی تو اس سلسلے میں وہ غلطی کی گئی جسے منطقی مغالطوں (Logical Fallacies) میں 'تعمیمِ شتابانہ' (Hasty/Biased Generalization)[۳] سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ چناں چہ

۲- محمد رفیع الدین، **حکمتِ اقبال** (لاہور: آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس / اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۹۶ء)، ۱۵۶۔

۳- یہ منطقی مغالطوں کی ایک قسم ہے جس کا تعلق استقرائی استدلال (Inductive Reasoning) سے ہے۔ اس کا مطلب ہے کسی کم تر نمونے کو پیش نظر رکھ کر دلیل کی بابت کوئی بڑا تخمینہ فرض کر لینا؛ دیکھیے:

سرے سے اس ادارے کو ہی غیر اسلامی قرار دیا گیا جو کہ ایک انتہا پسندانہ بات تھی۔

اسلامی تہذیب میں تصوف مختلف مراحل سے گزرا ہے اور ان احوال وظروف کی وجہ سے اس کی تعریفات میں بھی فرق ہوا، تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ تصوف اصل میں اخلاقیاتِ اسلام کا نام ہے؛ چناں چہ علامہ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) **مدارج السالکین** میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ الانصاری الہروی (م ۴۸۱ھ)[۴] کا قول نقل کرتے ہیں: واجتمعت كلمة الناطقين في هذا العلم: أن التصوف هو الخُلُق. وجميع الكلام فيه يدور على قطب واحد.[5] (اس علم کے بارے میں لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف اخلاق کا نام ہے اور ان کی تمام باتوں کا محور ایک ہی بات ہے۔) یہی اصلاحِ اخلاق دین کا اصل جوہر ہے اور عبادات کا مقصود بھی انھی مکارمِ اخلاق کی تکمیل ہے، جیسا کہ عبادات کے بارے میں قرآن وسنت میں بتلائی گئی مختلف علتوں کو پیشِ نظر رکھنے سے واضح ہوتا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ تزکیۂ نفس سے متعلق قرآن کی بعض آیات کے اسالیب پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انبیا کی بعثت کا مقصود اور اصل غرض وغایت تزکیۂ نفس ہے۔[۶]

تہذیبِ اسلامی میں مراحلِ تصوف پر نظر ڈالی جائے تو اس کے چار ادوار نظر آتے ہیں:

Brooke Noel Moore & Richard Parker, *Critical Thinking* (Boston: McGraw-Hill Higher Education, 2009), 362.

۴۔ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد بن علی الانصاری الہروی (۳۹۶ھ - ۴۸۱ھ / ۱۰۰۶ء - ۱۰۸۹ء) خراسان میں اپنے زمانے کے شیخ اور صوفی تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے آپ کا سلسلۂ نسب جاملتا ہے۔ حنابلہ کے کبار ائمہ میں سے تھے اور لغت وادب کے ماہر تھے؛ تاریخ وانساب پر گہری نظر تھی۔ متکلمین کے سخت مخالف تھے۔ **منازل السائرين** آپ کی تصوف واخلاق کی بلند پایہ کتاب ہے جس کی کئی علما نے شروح لکھیں۔ ان میں علامہ ابن القیمؒ کی **مدارج السالكين** نے سب سے زیادہ شہرت پائی۔ (دیکھیے: شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (م ۷۴۸ھ)، **سیر أعلام النبلاء** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۵ء)، ۱۸: ۵۰۳؛ خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس الزرکلی الدمشقی (م ۱۳۹۶ھ)، **الأعلام** (بیروت: دار العلم للملايين، ۲۰۰۲ء)، ۴: ۱۲۲۔

۵۔ محمد بن ابو بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین ابن القیم، **مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين** (بیروت: دار الكتاب العربي، ۱۹۹۶ء)، ۲: ۳۰۱۔

۶۔ امین احسن اصلاحی، **تزکیۂ نفس** (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۵ء)، ۲۵ ومابعد۔

۱-پہلا دور	دورَ تاسیس	پہلی اور دوسری صدی ہجری
۲- دوسرا دور	دورِ تنظیم	تیسری اور چوتھی صدی ہجری
۳- تیسرا دور	دورِ کمال وازدہار	پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری
۴- چوتھا دور	دورِ زوال و تقلید	نویں صدی ہجری تا عصرِ حاضر [۷]

مرحلۂ اول میں تصوف زہد و عبادت، دعا و مناجات وغیرہ سے عبارت ہے اور اس مرحلے کی نمایاں شخصیات میں حسن بصریؒ(م ۱۱۰ھ) اور رابعہ عدویہؒ(۱۸۵ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

تیسری صدی ہجری سے صوفیہ میں نفس وسلوک کے احوال میں تدقیق کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ علم وعمل میں اخلاقی رنگ کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اسی دور میں متصوفانہ فنائیت کے مباحث کا وجود سامنے آتا ہے اور اسی دور میں ذاتِ الٰہی اور ذاتِ انسان میں تعلق کی نوعیت وغیرہ جیسے امور زیرِ بحث لائے گئے۔ جس طرح دیگر علوم وفنون تدوین کے دور میں مدون شکل میں سامنے آئے، تصوف بھی اسی دور میں مرحلۂ تدوین میں داخل ہوا۔ اسلامی تصوف کے اس دور کے ابتدائی متون میں ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ(م ۴۶۵ھ) کی **الرسالة القشيرية** اور ابونصر السراج الطوسی رحمۃ اللہ علیہ(م ۳۷۸ھ)کی **اللمع** وغیرہ شامل ہیں۔ اسی دور میں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹۷ھ) اور سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ(م ۲۵۳ھ) جیسے صوفیہ کے ہاں مریدین اپنی تربیت کے لیے جمع ہوتے اور صوفیہ کے طرقِ بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تیسری صدی ہی میں تصوف کا ایک وہ رجحان سامنے آیا جو حسین بن منصور حلاج (م ۳۰۹ھ) کے ہاں ملتا ہے۔ بظاہر لگتا ہے کہ یہ تصوف اجنبی عناصر سے متاثر تھا۔

تیسرے دور کی شخصیات میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ(م ۵۰۵ھ) جیسی قد آور شخصیت نظر آتی ہے جو بیک وقت ایک اعلیٰ پائے کے صوفی اور فلسفی ہیں اور آپ ہی کی شخصیت کی وجہ سے عالمِ اسلام میں چھٹی صدی سے

۷- یہ جدول ڈاکٹر محمد امین کی کتاب **اسلام اور تزکیۂ نفس: مغربی نفسیات کے ساتھ تقابلی مطالعہ** سے اخذ کیا گیا ہے۔(محمد امین، **اسلام اور تزکیۂ نفس: مغربی نفسیات کے ساتھ تقابلی مطالعہ** (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء)، ۴۱۵ـ۴۱۵۔ تاریخ تصوف کے مختلف مراحل پر کئی مصنفین نے گفت گو کی ہے، جس کے لیے حسبِ ذیل مراجع کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے:
ابو عبدالرحمٰن السُلمی، **طبقات الصوفية**؛ مصطفیٰ حلمی،**الحياة الروحية في الإسلام**؛ لطیف اللہ، **تصوف اور سریت**؛خلیق احمد نظامی، **تاریخ مشائخ چشت**؛ عبدالصمد صارم، **تاریخ تصوف**؛عبدالمنعم الجعفری،**أعلام ومشاهير الصوفية**؛ محمد احمد درنیقہ،**الطريقة النقشبندية وأعلامها**؛انگریزی کتابیں اس کے علاوہ ہیں۔

تصوف کا پھیلاؤ بڑے پیمانے پر شروع ہوتا ہے۔ اسی دور کی بڑی صوفی شخصیات میں شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ(م۵۷۸ھ)، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ(م۵۶۱ھ)، ابوالحسن شاذلیؒ(م۶۵۶ھ)،ابن عطاء اللہ اسکندریؒ(م۷۰۹ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

اس تیسرے دور ہی میں چھٹی صدی ہجری سے تصوف کا ایک مقابل رجحان سامنے آتا ہے، جس میں تصوف فلسفے کے ساتھ امتزاج پاتا ہے۔ اس رجحان کے حاملین میں شیخ شہاب الدین مقتول سہروردی(م۵۸۷ھ) اور شیخ محی الدین ابنِ عربی(م۶۳۸ھ) وغیرہ شامل ہیں۔ تصوف کے اس رجحان میں یونانی فلسفے اور نوفلاطونیت کے اثرات شامل ہیں۔ مسلم تاریخ میں اس رجحانِ تصوف کے سب سے بڑے ناقد علامہ ابنِ تیمیہؒ(م۷۲۸ھ) ہیں۔[۸]

مسلم روایتِ تصوف اور خواتین

مغربی دنیا میں حقوقِ نسواں کی تحریک برپا ہونے سے پہلے بھی یہ تصور عام تھا اور آج بھی بہت سے اذہان پر اس تصور کا غلبہ ہے کہ اسلام میں عورت کو حقیر رتبہ دیا گیا ہے۔ مغربی دنیا سے کوئی بھی اس طرح کا سوال یا چیلنج سامنے آیا ہے تو مسلم دنیا کے بعض دماغوں نے یا تو اسے من وعن قبول کیا اور انھیں اپنی تاریخ سے شرم محسوس ہونے لگی یا پھر اس کا سرے سے انکار کر دیا گیا اور بعض مزاجوں نے خود احتسابی کے بجائے اپنی کم زوریوں کی بھی تاویل میں عافیت محسوس کی۔ ان دونوں انتہاؤں کے مقابلے میں ذمہ دار اہلِ تحقیق نے مسلم روایت کا کھوج لگا کر منتشر کڑیوں کو ایک وحدت میں پرو کر دکھایا کہ فلاں سوال کے بارے میں مسلم روایت کی تصویر کیا ہے؟ مسلم تہذیبی تناظر میں عورت کی حیثیت بھی انھی سلگتے سوالات میں سے ہے۔

خواتین کی خدمات پر تحقیقی کام اب ایک سنجیدہ رجحان بن چکا ہے جس کے تحت مختلف میدانوں میں خواتین کی خدمات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ اس پر تحقیقی منصوبے تیار کیے گئے ہیں، جامعات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر سندی تحقیق کا کام ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ زندگی کے جملہ میدانوں میں خواتین اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے اپنا قابلِ قدر اعتبار اور مقام حاصل کر چکی ہیں اور یہ سفر تیزی سے مستقبل کی طرف گام زن ہے۔

تصوف کے باب میں خواتین کے حوالے سے معروف جرمن محقق خاتون ڈاکٹر این میری شمل[۹] کی یہ

۸- دیکھیے: ابوالوفاء الغنیمی التفتازانی، **مدخل إلى التصوف الإسلامي** (قاہرہ: دارالثقافة للنشر والتوزیع، س ن)، ۷ ومابعد۔

۹- این میری شمل(۱۹۲۲ء- ۲۰۰۳ء) ایک جرمن فاضل خاتون اسکالر تھیں۔ اسلام اور تصوف کے مختلف پہلوؤں پر آپ کی

راے قابلِ توجہ ہے؛ وہ کہتی ہیں:

> The attitude of Sufism toward the fair sex was ambivalent, and it can even be said that Sufism was more favorable to the development of feminine activities than were other branches of Islam.[10]

(جنسِ ضعیف کے بارے میں تصوف کے رویوں میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اسلام کی دیگر شاخوں کی نسبت نسوانی سرگرمیوں کی نشوو پرداخت کی بابت تصوف زیادہ روادار رہا ہے۔)

اگرچہ دیگر میدانوں، خصوصاً علمِ حدیث، میں بھی خواتین کا پایہ نہایت بلند ہے اور مسلم دنیا کے محققین نے اس پر سیر حاصل دادِ تحقیق دے کر واضح کیا ہے کہ علماے حدیث نے خواتین کے معاملے میں کسی افادے اور استفادے میں بخل سے کام نہیں لیا، تاہم ایک خاص پہلو سے شاید یہ بات درست ہو۔

مسلم روایت میں تصوف کی تاریخ پر لکھی گئی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے تو بعض کتابوں میں خواتین صوفیہ کا تذکرہ مختصر ہے اور بعض میں بالکل ہی مفقود ہے۔ مثال کے طور پر اردو زبان میں تصوف کی تاریخ پر ایک کتاب علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشین اور ان کے کلام کے نام ور شارح پروفیسر یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی **تاریخ تصوف** ہے۔ اس کتاب میں ہندی اور یونانی تصوف کی تاریخ پر بھی اختصار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد مسلم تاریخ تصوف میں چند بڑی شخصیات کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے، لیکن خواتین صوفیہ کا ذکر اس میں بالکل جگہ نہیں پا سکا؛ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلم روایتِ تصوف خواتین کے بارے میں متعصبانہ رویے کی حامل رہی ہے۔ ایک مغربی مصنف آرتھر بیولر (Arthur F. Buehler) لکھتے ہیں:

> Women have been involved with sufi practice from the

تحریریں اتھارٹی کا درجہ رکھتی ہیں۔ اہلِ پاکستان کی آپ اس لحاظ سے بڑی محسن ہیں کہ آپ نے حکیم مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی بعض کتابوں کا نہ صرف ترجمہ کیا، بلکہ فکرِ اقبال کو مغربی حلقوں میں روشناس کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔ حکومتِ پاکستان نے آپ کو مختلف اعزازات سے بھی نوازا۔ یونی ورسٹی آف ہارورڈ سے آپ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۹۲ء تک وابستہ رہیں۔ اسلام سے گہری وابستگی کے باوجود آپ مارٹن لوتھر کے ڈسکورس سے متعلق رہیں۔ ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ بعض حالات کے لیے دیکھیے:

Burzine K. Waghmar, "Professor Annemarie Schimmel (April 7, 1922 to January 26, 2003)" in *Journal of the Royal Asiatic Society*, 13: 2, (Nov. 2003) 377-379.

10– Annemarie Schimmel, *Mystical dimensions of Islam* (North Carolina: The University of North Carolina Press, 1975), 426.

beginning, although this is not immediately obvious from the written historical sources, where they have only sporadically shown up. As anecdotal evidence, in every sufi group I have visited, there have always been women practitioners, though often one has to inquire, since they are not usually in the sufi lodge with the men. In sufi biographical compendia, information on women sufis is located at the end of the book. (11)

(عورت شروع سے صوفیانہ طرزِ عمل سے وابستہ رہی ہے، اگرچہ یہ بات مکتوب تاریخی مصادر سے براہِ راست طور پر واضح نہیں، جہاں ان کا ذکر محض ضمنی طور پر ہے۔ ایک حقیقت کے طور پر میں نے جس صوفی سلسلے کو بھی ملاحظہ کیا ہے، وہاں خواتین کا وجود رہا ہے، اگرچہ بعض اوقات یہ چیز تلاش کرنا پڑتی ہے، کیوں کہ عام طور پر خواتین مرد حضرات کے ساتھ خانقاہ میں نہیں ہوتی تھیں۔ صوفیہ کے سوانحی ادب میں خواتین صوفیہ پر معلومات عام طور پر کتاب کے آخر میں ہوتی ہیں۔)

تصوف کے باب میں بھی مسلم مصادرِ علمی میں یہ معلومات بکھری پڑی ہیں اور یک جا نہیں ہیں اور جس طرح دیگر علوم وفنون میں خواتین کی خدمات کی تدوین وتالیف ایک ضروری امر ہے، اور جیسا کہ ذکر ہوا اس پر کام بھی جاری ہے، تصوف کے میدان میں بھی خواتین کی خدمات کو مربوط انداز میں نمایاں کرنا ضروری ہے۔ اس سے مستشرقین کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا۔ اس حوالے سے مختلف مصادر کی طرف رجوع کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم روایتِ تصوف میں خواتین کا حصہ کافی نمایاں ہے اور اس سے ڈاکٹر شمل کی مذکورہ بالا بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

مسلم خواتین اور تصوف: تین زاویے

مسلم روایت میں خواتین اور تصوف کے حوالے سے مختلف امور کو حسبِ ذیل زاویوں (۱۲) سے دیکھا جا سکتا ہے:

۱۔ خواتین کا شغفِ زہد وتصوف: عملی اور علمی پہلو

۲۔ خواتین کا صوفی مشائخ سے دینی استفادہ

11- Arthur F. Buehler, *Recognizing Sufism: Contemplation in the Islamic Tradition* (London/ New York: I. B. Tauris, 2016), 189.

۱۲- یہ تین زاویے راقم کی تلاش وتتبع کے نتیجے میں ملنے والے مواد کو عنوانات کے تحت تقسیم کرنے کے اعتبار سے ہیں اور ظاہر ہے کہ استقراے کامل بہت سے امور میں محض ایک منطقی تصور ہے اور کسی بھی تلاش کے مسافر کا استقرا، عملی طور پر ناقص ہی ہوتا ہے۔

۳۔ مرد حضرات کا صوفی خواتین سے استفادہ

یہاں ان امور پر مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، اگرچہ یہ تینوں عناوین ایسے ہیں کہ مشرق و مغرب میں ہونے والی تحقیقات اور مسلم روایت کے سوانحی اور تاریخی تذکروں کی روشنی میں ان میں تفصیلی رنگ بھرا جا سکتا ہے۔

خواتین کا شغفِ زہد و تصوف: عملی اور علمی پہلو

عملی پہلو

مسلم روایت میں خواتین کے دینی احوال مختلف امور سے متعلق ہیں۔ زہد و تقویٰ اور اخلاق و تصوف کے باب میں عربی مصادر کی طرف رجوع کیا جائے تو ان میں ایک نوعیت کی کتابیں وہ ہیں جو شخصیات کے متفرق تذکروں اور تراجم کی شکل میں ہیں، جیسے علامہ ابنِ جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی **صفة الصفوة**؛ ان میں مختلف جگہوں پر اہلِ تعبد و ورع خواتین کا ذکر ملتا ہے۔ ایسی کتابیں جن میں صرف خواتین صوفیہ کا تذکرہ ہو، بہت کم ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے عمدہ اور جامع کتاب چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے بزرگ محمد بن حسین بن محمد ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ (م ۳۲۵ھ – م ۴۱۲ھ)[۱۳] کی کتاب **ذکر النسوة المتعبدات الصوفیات** ہے جو ان کی کتاب **طبقات الصوفیة** کا حصہ ہے اور الگ سے بھی شائع ہوئی ہے۔ تصوف کا میدان بنیادی طور پر مجاہدے اور مشقت کا میدان ہے اور اس کے مزاج سے بادی النظر میں اندازہ ہوتا ہے کہ خواتین کا حصہ، صنفِ ضعیف ہونے کے ناتے، اس میں مردوں کے مقابلے میں کم ہوگا، لیکن یہ کتاب اس غلط فہمی کا ازالہ کرتی ہے۔

یہاں ضمناً قرآنِ کریم کے ایک مقام کو پیشِ نظر رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ

۱۳۔ ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ نیشا بور میں ۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ معروف کتاب **طبقات الصوفیة** کے مصنف ہیں۔ آپ بغداد کے معروف شیخ حضرت جنیدؒ کے تصوف کا تسلسل ہیں۔ خواتین عابدات پر ان کی اس کتاب کا ذکر مصادر میں عام طور پر نہیں ملتا، حتیٰ کہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی کی **کشف الظنون** بھی اس کے ذکر سے خالی ہے۔

صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۠ (۱۴)

(اور جن لوگوں نے ایمان اختیار کیا ہے ان کے لیے اللہ، فرعون کی بیوی کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ جب اس نے کہا تھا کہ: میرے پروردگار میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنادے، اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے دے، اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی نجات عطا فرما، نیز عمران کی بیٹی مریم کو (مثال کے طور پر پیش کرتا ہے) جنھوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی، اور انھوں نے اپنے پروردگار کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ طاعت شعار لوگوں میں شامل تھیں۔)

یہاں اللہ تعالی نے لِلَّذِينَ آمَنُوا کے الفاظ سے تمام اہلِ ایمان، خواہ وہ مرد ہوں یا خواتین، کے لیے دو عورتوں کے ایمان، دینی استقامت، عفت و پاک بازی اور اوصافِ خشیت کو بطور مثال اور نمونے کے پیش کیا ہے جس سے مقصود اہلِ ایمان کو اس اسوہ اور طرزِ زندگی کی اتباع کی تعلیم ہے۔ زوجۂ فرعون کے مجاہدے اور دین پر چلنے کے لحاظ سے مشکل حالات کا یہاں تصور کیا جاسکتا ہے کہ أنا ربکم الأعلی (میں تمھارا بڑا رب ہوں) کہنے والے فرد، جس کے دعوائے خدائی کو اللہ نے بطور مثال بیان کیا اور جس کے ظلم اور قتل کے احوال کو بھی اپنی کتاب کا حصہ بنایا، کی ماتحتی میں ایک عورت کی دینی استقامت اور ایمان کی مضبوطی کا کیا عالم ہوا ہوگا! خصوصاً جب کہ دیگر اہلِ ایمان کا کوئی گروہ بھی پاس نہیں جس کی وجہ سے دل کو تسلی مل سکے۔ دوسری خاتون کی مثال میں تنہائی کا عالم ہے اور ایک فرشتہ نوجوان انسان کی شکل میں سامنے آتا ہے تو کس کا بس ہے کہ نفس و شیطان کے حملوں سے محفوظ رہ سکے۔ اس عالم میں مریم علیہا السلام اس سے اللہ کی پناہ مانگتی ہیں اور یہ عین اسی طرح کی آزمائش ہے کہ جو تنہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام پر آئی تھی؛ فرق تھا تو بس اتنا کہ ایک طرف سے هیت لك کی صدائے گناہ تھی، جب کہ یہاں جمالِ دل فریب کا نظارہ پورے طور پر موجود ہے، لیکن اللہ کی ایک پارسا بندی اس کے مقابلے میں اپنی عصمت و عفت کی خاطر لرزاں و ترساں ہو جاتی ہے۔ قرآنی الفاظ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ہیں۔ یوں نہیں کہا گیا: وکانت من القانتات. بلکہ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ کہا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتون اپنی باطنی استعداد میں اس قدر عالی جوہر ہے کہ اسے اپنی صنف کی اقران و اماثل میں شمار نہیں کیا جارہا، بلکہ صفتِ قنوت میں مردوں کی صنف کا ایک فرد قرار دیا جارہا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد و زن کے صنفی فرق کی حیاتیاتی جبریت سے ان کے درمیان اوصافِ کمال میں تفریق لازم نہیں آتی، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر، قرآن کی رو سے، زن کو مرد کے لیے رول ماڈل کے طور پر بھی پیش

۱۴- القرآن ۶۶: ۱۱، ۱۲۔

کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ لِلَّذِينَ آمَنُوا کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔

ان دو خواتین کے اس کمالِ دینی کی تعریف حدیث میں بھی آئی ہے، چناں چہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.[۱۵] (مردوں میں سے بہت سے افراد کامل ہوئے، لیکن عورتوں میں سے صرف فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنتِ عمران ہی کامل ہوئیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہی ہے، جیسے ثرید کی دیگر کھانوں پر۔) نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان شاید سابق امم کے حوالے سے ہو، ورنہ اس امت کی روایت میں خواتین کے دینی کمالات سے تاریخ کے صفحات روشن ہیں۔

قرآن میں بتلائے گئے خواتین کے ان عظیم دینی نمونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت منصۂ وجود پر جمال کونی کا کامل برُوز ہے اور محض رغبت و لذت کا کھلونا نہیں۔ "انسانیت" اگر ایک غیر متجزی جوہر ہے تو وہ اپنے افرادِ جنس میں برابر طور پر تقسیم ہوا ہے اور، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، ذکورت و انوثت کی فطری حد بندیاں اور حیاتیاتی جبریت کسی صنف میں اس جوہر کے نقص کو مستلزم نہیں ہیں۔ صوفیۂ کرام کی نصوص میں عورت کی تکریم و منزلت پر کئی چیزیں ملتی ہیں۔ قرآن کے بتائے گئے ان دینی نمونوں کی اقتدا میں اس امت کی خواتین نے اخلاق و تدیّن میں اعلیٰ کمال پیدا کیا، جس کے نمونے بعد کی تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ یہاں ان پر ایک اجمالی نظر ڈالی جاتی ہے۔

اسلام کی ابتدائی صدیاں اس کے عروج کی صدیاں ہیں جن میں علم و فن اور عمل و تزکیہ کے ہر پہلو سے امت کا کمال عیاں ہے۔ چناں چہ اس عہد میں صحابیات و تابعیاتِ عظام کی زندگیاں مختلف کمالات میں مرد حضرات کی طرح علم و عمل کی جامعیت کے کمالات سے متصف نظر آتی ہیں۔ پہلے تصوف کی تاریخ کے پہلے مرحلے کے حوالے سے اشارہ ہوا کہ اس عہد میں تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک اس تکنیکی اور فنی زبان اور اصطلاحات، نیز غیر اسلامی عناصر کی آمیزش کے دور میں داخل نہیں ہوا تھا، بلکہ سادہ انداز میں یہ دور عبادت و زہد اور ذکر و مناجات کی

۱۵- محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري**، ت، زہیر بن ناصر الناصر، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: "وضرب الله مثلا للذين آمنوا امرأة فرعون." [التحريم: ۱۱]- إلى قوله – "وكانت من القانتين" [التحريم: ۱۲] (بیروت: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، ۴: ۱۵۸، رقم: ۳۴۱۱۔

کثرت کا دور تھا۔ ابو عبد الرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **ذکر النسوة المتعبدات الصوفیات** کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ اس کتاب کا اردو اور انگریزی ترجمہ بھی ہوا ہے اور اس میں اسلام کی ابتدائی چار صدیوں کی چوراسی عابدات و زاہدات خواتین کا ذکرِ خیر ہے۔ ان تذکروں پر نظر ڈالنے سے خواتین کی زندگیوں میں عبادت میں مجاہدہ، دنیا سے بے رغبتی، لذائدِ دنیا سے استغنا، تربیتِ نفس، خدمتِ خلق اور ان کے حقوق کا احترام، کسبِ حلال کا جذبہ، شکرِ نعمت، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، حکمت و معرفت وغیرہ جیسے امور نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ ابنِ جوزیؒ نے اپنی معروف کتاب **صفة الصفوة**[۱۶] میں تینتیس صحابیات کا تذکرہ ان کے ذکر وعبادت کے ذوق، بروصلہ کے جذبات اور اعلیٰ اخلاقی کمالات کے حوالے سے کیا ہے۔[۱۷] اسی طرح انھوں نے اس کتاب میں اپنی تلاش اور تتبع سے صحابیات کے علاوہ مسلم دنیا کے دیگر علاقوں کی عابدات اور زاہدات خواتین کے احوال، ان کے اقوالِ خیر اور اخلاق واوصاف کا ذکر بھی دل نشین انداز میں کیا ہے۔ ان تذکروں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صدرِ اولین کے زریں عہد میں خواتین کس طرح سابق بالخیرات تھیں، ان کے زہد وعبادت کے قصے اور اللہ کی خشیت اور یاد سے کثرتِ بُکا، قرآن سے تعلق، نیکی اور عبادت میں سبقت، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت طلبی، مناجات و دعا میں ابتہال وتضرع وغیرہ جیسے اوصاف کا بیان آج بھی دل کی سرد انگیٹھیوں میں جذبۂ عمل پیدا کرتے اور ہمت کی بجھی ہوئی چنگاری کو فروزاں کرتے ہیں۔ ابنِ جوزی اس کے لیے مختلف مقامات پر ذکر المصطفیات (منتخب خواتین کا ذکر) کے الفاظ سے ان خواتین کا ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ ان میں ایسی خواتین کا تذکرہ بھی ہے جن کے نام اور جگہ کا علم نہیں اور ایسی کم سن بچیوں کا بھی جن سے صغر سنی میں بڑی عمر کے لوگوں جیسی معرفت کی باتیں منقول ہیں۔[۱۸]

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ **سیر أعلام النبلاء** میں مختلف مقامات پر خواتین کے احوال بیان کرتے ہیں جن کے زہد وورع اور عبادت کے حالات قابلِ رشک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسے صحابہ سے

۱۶- یہ کتاب ابو نعیم الاصبہانی (م ۴۳۰ھ) کی **حلیة الأولیاء** کی تلخیص ہے۔

۱۷- جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی، **صفة الصفوة**، تحقیق، احمد بن علی (قاہرہ: دار الحدیث، ۲۰۰۰ء)، ۱: ۳۰۷۔

۱۸- عصرِ عباسی کا معروف شاعر ابن الرومی کہتا ہے:

قد یشیب الفتی ولیس عجیبًا--- أن یُری النَورُ في القضیب الرطیب

(کبھی جوان بوڑھوں جیسی باتیں کرتا ہے اور یہ بات عجیب نہیں کہ شاخِ تازہ پر شگوفے نظر آجائیں۔)

حدیث روایت کرنے والی عہدِ تابعین کی ایک خاتون معاذہ بنتِ عبد اللہ ام الصہباء العدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے حالات میں لکھا ہے: ”أنها كانت تحيي الليل عبادة، وتقول: عجبت لعين تنام، وقد علمت طول الرقاد في ظلم القبور.“[19] (آپ عبادت کے ذریعے شب زندہ داری کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ مجھے اس آنکھ پر تعجب ہے جو سوتی ہے جب کہ اسے قبروں کی تاریکی کی طویل نیند کا علم ہے۔)

ابتدائی عہد کی عابدات وزاہدات خواتین میں بصرہ کی رابعہ العدویہ رحمۃ اللہ علیہا کا نام تو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ زہد وتقویٰ اور ترکِ دنیا میں آپ کا نام ضرب المثل ہے۔ زہد فی الدنیا کا یہ عالم تھا کہ دنیا کا ذکر مذمت کے ساتھ بھی پسند نہیں فرماتی تھیں، حتیٰ کہ دنیا کی مذمت کے اس طرح کے ایک واقعے پر ایک جماعت کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا تھا، جن میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) جیسی قد آور فقیہ اور بذاتِ خود بڑی سطح کی زاہد اور بزرگ شخصیت بھی شامل تھی۔[20] عرب دنیا کے فاضل دانشور محمد مصطفیٰ حلمی، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زہد کو زہد مع الخوف سے اور رابعہؒ کے زہد کو زہد مع الحب سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رابعہؒ کی زندگی میں یہ ایک نیا عنصر ہے جو اس عہد کے دیگر زہاد کے ہاں غالب نہیں، ان میں خوف وخشیت کا عنصر زیادہ غالب ہے۔[21] شیخ مصطفیٰ عبد الرزاق پاشا اس نکتے پر گفت گو کرتے ہوئے کہتے ہیں: فالسيدة رابعة هي السابقة إلى وضع قواعد الحب والحزن في هيكل التصوف الإسلامي وهي التي تركت في الآثار الباقية نفثاتٍ صادقة في التعبير عن محبتها وعن حزنها، وإن الذي فاض به الأدب الصوفي بعد ذلك من شعر ونثر في هذين البابين لهو نفحة من نفحات السيدة رابعة العدوية إمام العاشقين والمحزونين في الإسلام.[22] (سیدہ رابعہ تصوفِ اسلامی کے قالب میں محبت وحزن کے اصول وضع کرنے والی پہلی شخصیت ہیں۔ وہی ہیں جنھوں نے اپنی محبت وحزن کی تعبیر کی بابت (شعر وادب) کے آثارِ باقیہ میں سچے اشعار چھوڑے ہیں۔ ان دو ابواب میں بعد کے صوفیانہ شعری اور نثری ادب کے جو جام لنڈھائے گئے ہیں، وہ اسلام میں اہلِ عشق

۱۹- ذہبی، **سير أعلام النبلاء**، ۴: ۵۰۹۔

۲۰- نفس مصدر، ۸: ۲۴۱، ۲۴۲۔

۲۱- محمد مصطفیٰ حلمی، **الحياة الروحية في الإسلام** (قاہرہ: دار الکتاب المصري، ۲۰۱۱ء)، ۹۰۔

۲۲- نفس مرجع، ۹۱، ۹۲، بحوالہ تعلیق مصطفیٰ عبد الرزاق باشا بر ”مادۂ تصوف“ در **دائرة المعارف الإسلامية**، ۵: ۲۹۶، ۲۹۷۔

وحزن کی امام سیدہ رابعہ عدویہؒ کی شمیم آرائیوں کا عطر بیز جھونکا ہیں۔)

یہی رائے بعض دیگر مصنفین بھی پیش کرتے ہیں، چناں چہ فلسفہ وکلام پر متعدد کتابوں کے مصنف عبدالرحمٰن بدوی نے اپنی کتاب **شهيدة العشق الإلهي: رابعة العدوية** میں یہی رائے پیش کی ہے۔(۲۳) اس سے یہ بات واضح ہے کہ رابعہ بصریہؒ کی زندگی میں اشتیاق الی اللہ اور محبت کا یہ عنصر غالب ہے اور لفظی تعبیرات میں بھی محبتِ الٰہی کا صریح استعمال آپ کے ماثور اقوال میں ملتا ہے۔ تصوف پر لکھنے والوں میں عصرِ حاضر کی ایک مغربی خاتون مارگریٹ سمتھ نے رابعہؒ کے کردار پر گفتگو کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے:

> Rābi'a raised the teaching of the Sūfī doctrine to a high spiritual level, and... she was as much of a mystic as an ascetic, one of the first in Islam to whom the title of mystic can justifiably be given.[24]

(رابعہؒ نے تصوف کو اعلیٰ روحانی درجے پر پہنچا دیا۔ وہ جس طرح صوفی تھیں اسی قدر زاہد تھیں، وہ اسلام کے ان ابتدائی لوگوں میں شامل تھیں جنھیں بجا طور پر صوفی کا لقب دیا جا سکتا ہے۔)

انسان کی دینی اور روحانی ترقی اس کے باطن کی طلب اور استعداد پر موقوف ہوتی ہے۔ بعض لوگ اس راہ میں مدتوں مجاہدہ کرتے ہیں، لیکن کم سفر طے کر پاتے ہیں، جب کہ بعض لوگ تھوڑے عرصے میں بہت آگے چلے جاتے ہیں۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا معاملہ بھی دینی ترقی اور سفر میں نہایت سریع تھا۔ ہندوستان کے ساتویں، آٹھویں صدی کے معروف بزرگ اور شیخِ طریقت حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ مُنیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۲ھ) اپنے مکتوبات میں حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کی استعدادِ باطنی اور قوتِ طلب کی ترقی کی بابت فرماتے ہیں: "حضرت رابعہؒ نے جب سلوک کا راستہ اختیار کیا اور عبادت کرنے لگیں، ابھی سال ختم نہیں ہوا تھا کہ بصرہ کے عابد اور علما ان

۲۳– عبدالرحمٰن بدوی، **شهيدة العشق الإلهي: رابعة العدوية** (قاہرہ: مكتبة النهضة المصرية، ۱۹۶۲ء)، ۶۱۔

24– Margaret Smith, *Studies in Early Mysticism in the Near and Middle East* (Oxford: Oneworld Publications, 1995), 188.

مارگریٹ سمتھ نے حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کی معاصر دیگر خواتین متصوفات کا بھی ذکر کیا ہے، البتہ مارگریٹ سمتھ کی تحریروں کے جس پہلو سے خاصی اختلاف کی گنجائش ہے، وہ یہ ہے کہ ان میں تکرار کے ساتھ یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اسلامی تصوف شروع سے عیسائی روایتِ تصوف سے متاثر ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے اور اس عمومی استشراقی ذہن کا نتیجہ ہے جس کی طرف سے اس طرح کے دعوے اسلامی روایت کے مختلف امور کے بارے میں سولھویں صدی سے سامنے آتے رہے ہیں، تاہم تصوف کے بارے میں مارگریٹ کے یہ افکار تفصیلی تنقید کا تقاضا کرتے ہیں۔

کے مرتبے کی عظمت اور بڑائی کی وجہ سے زیارت کو آنے لگے، لیکن جو محروم القسمت ہے کہ اس پر خدا کی عنایت کی نظر نہ ہو، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔"(۲۵)

رابعہ بصریہؒ کی ہم عصر خواتین صوفیہ کا ذکر بھی کتابوں میں ملتا ہے اور جس طرح مرد حضرات کے تربیتِ روحانی کے مراکز مسلم روایت میں رہے ہیں، جنھیں 'خانقاہ' کہا جاتا رہا ہے، خواتین کے مراکزِ تربیت کو 'رِباط' کہا جاتا تھا اور مسلم دنیا میں اس وقت اس طرح کے کئی 'رباط' موجود تھے۔ایک مغربی مصنف (جان سپنسر ٹری منگھم) اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> There were many women Sufis, of whom Rābiʿa al-ʿAdawiyya (d. A.D 801) is the best known. During this period there are references to convents for women. Al-Irbillī uses the term *khānaqah* for convents for men and *ribāṭ* for those of women. There were seven convents for women in Aleppo alone, all founded between A.D. 1150 and 1250. Baghdad also had a number, of which the ribāṭ of Faṭima Raziya (d.521/1127) was the best known. In Cairo there was Ribāṭ al-Baghdādiyya, built by a daughter of al-Malik aẓ-Ẓāhir Baibers in 684/1285 for a *shaikha* called Zainab ibnat Abī 'l-Barakāt, known as Bint al-Baghdādiyya, and her followers, which still exists in ad-Darb al-Aṣfar.[26]

(ایسی متعدد صوفی خواتین تھیں، جن میں سے رابعہ العدویہ رحمۃ اللہ علیہا(م ۸۰۱ء) سب سے زیادہ معروف ہیں۔اس عہد میں خواتین کی عبادت گاہوں کے اشارات ملتے ہیں۔الاربلی مردوں کی عبادت گاہ کے لیے 'خانقاہ' اور خواتین کی عبادت گاہ کے لیے 'رباط' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔صرف حلب ہی میں خواتین کی سات عبادت گاہیں تھیں، جو ۱۱۵۰ء

۲۵- احمد یحییٰ منیری، **مکتوباتِ صدی**، ترجمہ، سید شاہ نجم الدین احمد فردوسی، سید شاہ الیاس یاس بہاری فردوسی، مرتبہ، سید شاہ نعیم ندوی فردوسی (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س ن)، ۳۰۰۔

26– J.Spencer Trimingham, *The Sufi Orders in Islam* (Oxford: Oxford University Press, 1971), 18.

خانقاہ اور رباط کے ناموں کا یہ جداگانہ استعمال اس مغربی مصنف کے نزدیک ہے، تاہم رباط کو محض خواتین کی عبادت گاہ کا نام قرار دینا کچھ محل نظر سا معلوم ہوتا ہے۔علامہ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۸ھ) اپنی تاریخ کے معروف مقدمے میں مختلف مقامات پر عام فقرا وصوفیہ کے مراکز کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں، تاہم اس سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ مسلم روایت میں خواتین کے تصوف وسلوک اور تزکیہ وتربیتِ نفس کی روایت میں تربیتی مراکز کا وجود رہا ہے۔

اور ۱۲۵۰ء کے درمیانی عرصے میں بنائی گئیں۔ بغداد میں بھی ان کی ایک تعداد تھی، جن میں فاطمہ رازیہ (م ۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء) کا رباط معروف تھا۔ قاہرہ میں رباط البغدادیہ تھا، جسے ملک الظاہر بیبرس کی بیٹی نے ۶۸۴ھ / ۱۲۸۵ء میں بنت البغدادیہ کے نام سے معروف ایک شیخہ، زینب بنت ابی البرکات اور ان کے مریدوں کی خاطر بنوایا تھا، جو ہنوز درب الاصفر میں موجود ہے۔)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ) کی ہم عصر ایک عابدہ وزاہدہ خاتون فاطمہ نیسابوریہ رحمۃ اللہ علیہا (م ۲۲۳ھ) ہیں۔ آپ کا تعلق خراسان کی قدماخواتین سے ہے۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ثناخواں تھے۔ ان کا ایک قول ہے: ما رأيت في عمري إلا رجلا وامرأة فالمرأة كانت فاطمة النيسابورية ما أخبرتها عن مقام من المقامات إلا وكان الخبر لها عيانا.[۲۷] (میں نے زندگی میں بس ایک مرد اور عورت ہی دیکھے ہیں۔ عورت فاطمہ نیسابوریہ ہیں جنھیں میں نے کسی مقامِ روحانیت کے بارے میں آگاہ نہیں کیا ہو گا، لیکن اس کا حال ان پر عیاں تھا۔) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۵ھ) جیسے عارفین آپ سے مسائل پوچھتے تھے۔ ہم زمانہ خواتین میں کوئی آپ کا ہم سر نہیں تھا۔

وعظ وتذکیر

خیر وصلاح کی تذکیر ونصیحت، پردہ نشینانِ فضل وکمال کی زندگیوں میں ملتی ہے، جس سے زندگیوں میں اصلاح اور خداطلبی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ابنِ سعد (م ۲۳۰ھ) اپنی **الطبقات الكبرى** میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت ان کی والدہ کی طرف سے نقل کرتے ہیں: "رأيت أم الحسن تقص على النساء."[۲۸] (میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ عورتوں میں وعظ کرتی تھیں۔)

علامہ ابوطاہر السِلَفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۷۶ھ) اپنی کتاب **معجم السفر** میں پانچویں صدی ہجری کی مختلف خواتین کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک خاتون ام احمد زلیخا بنت الیاس بن فارس بن اسماعیل الغزنویہ سے وہ بعض روایات

۲۷۔ محمد بن الحسین ابو عبدالرحمٰن السلمی، **طبقات الصوفية**، ت، مصطفٰی عبدالقادر عطا (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۸ء)، ۴۰۱۔

۲۸۔ قاضی اطہر مبارک پوری، **خواتینِ اسلام کی دینی وعلمی خدمات** (ملتان: دارالفلاح، س ن)، ۴۹، بحوالہ ابنِ سعد، **الطبقات الكبرى**، ۸: ۳۷۶۔

نقل کرتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ ' الواعظة 'کا لفظ لاتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی صوفی خاتون تھیں جو عوام الناس میں وعظ و نصیحت کا کام کرتی تھیں۔ ان کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" وكانت تعظ وتلبس المرقعة في دويرة النساء."[۲۹](آپ وعظ کرتی تھیں اور خواتین کے معبد میں صوفیہ کا لباس پہنتی تھیں۔)

علمی پہلو

تصوف کے عملی پہلو کے ساتھ علمی میدان میں اس کی تعلیم و تحصیل کا عنصر بھی ہمیں اسلامی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ مسلم تاریخ میں عہدِ عباسی علم و حکمت کے فیضان کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس عہد میں جہاں کئی علوم وفنون پر تصانیف رقم ہوئیں اور مختلف شخصیات نے اس میں حصہ لیا، خواتین نے بھی اس میں حصہ ڈالا۔ اس علمی سرگرمی کا ایک پہلو خواتین کا صوفیانہ ادب ہے۔ اس ادب میں ہم خواتین کے صوفیانہ اقوال اور ان کے اشعار کو شامل کر سکتے ہیں۔ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا، مریم بصریہ رحمۃ اللہ علیہا (معاصر رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا)، فاطمہ نیسابوریہ رحمۃ اللہ علیہا، عافیہ عابدہ رحمۃ اللہ علیہا اور کئی دیگر کے اقوال تذکروں میں ملتے ہیں۔ اسی طرح خواتین کا مناجاتی ادب اور نصائح و وصایا بھی اس کا ایک بھرپور نمونہ ہے۔[۳۰]

پانچویں صدی ہجری میں اسلامی دنیا کے کئی حصوں میں تصوف بہت مقبول ہوا اور حیاتِ باطنی کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں بڑے پیمانے پر پڑھی گئیں۔ شیخہ اُم الدَلال امۃ الرحمٰن بنتِ ابی القاسم عبد الواحد ابن الحسن ابن الجُنَید (م ۴۸۷ھ) نے ابو بکر محمد الحُسین الآجُرّی (م ۳۶۰ھ) کی کتاب **التفرد والعُزلة** ابو القاسم عبد الملک ابن محمد ابن بِشران (م ۴۳۰ھ) سے پڑھی۔[۳۱] زُہد و ریاضت پر اس زور کا ایک نتیجہ مؤثر وعظ و نصیحت کے لیے ان مشاہیر کی تحریر و تبلیغ سے گہرے لگاؤ کی شکل میں نکلا۔ طویل عمر پانے والی خدیجہ بنتِ محمد بن علی الواعظ

۲۹۔ صدر الدین، احمد بن محمد ابو طاہر السِّلَفی، **معجم السفر**، تحقیق، عبد اللہ عمر البارودی (مکہ مکرمہ: المكتبة التجارية، س ن)، ۱۰۱۔

۳۰۔ عہدِ عباسی میں خواتین کے صوفیانہ ادب پر ایک جامع مطالعے کے لیے محمد عاید صالح العکیدی کا ایم فل کا تحقیقی مقالہ **أدب النساء الصوفيات في العصر العباسي -دراسة موضوعية وفنية** ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۳۱۔ ابنِ حجر العسقلانی، **المجمع المؤسس** (بیروت: دار المعرفة، ۱۹۹۲ء)، ۱: ۵۷۳، ۵۷۴۔

الشاہ جہانیہ (م ۴۶۰ھ) نے ابو الحسین بن سمعون الواعظ (م۳۸۷ھ) کی **أمالي** اس کے مصنف سے پڑھی۔[۳۲]
عائشہ بنتِ حسن بن ابراہیم الواعظ (م۴۶۰ھ) نے ابنِ مَندہ سے ان کی **أمالي** براہ راست اخذ کر کے لکھی۔[۳۳]

دسویں صدی ہجری کی ایک خاتون عائشہ بنت یوسف بن احمد بن ناصر الدین الباعونیہ الدمشقیہؒ (م ۹۲۲ھ) ہیں۔ آپ ایک جلیل القدر صاحبِ علم اور شاعرہ ہونے کے ساتھ ایک زاہدہ، عابدہ اور تصوف کے باب میں صاحبِ معرفت خاتون تھیں۔ پہلے سید جلیل اسماعیل الخوارزمی اور پھر خلیفہ محیوی یحیی الارموی کے ہاتھ پر دینی تربیت پائی۔ آپ نے ایک کتاب **الفتح الحقي من منح التلقي** تصنیف کی جو صوفیانہ علوم و معارف پر مشتمل ہے۔ اسی طرح علامہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۸۱ھ) کی تصوف پر کتاب **منازل السائرین** (جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے) کی تلخیص **الإشارات الخفية في المنازل العلية** کے نام سے لکھی۔[۳۴]

خواتین کا صوفی مشائخ سے دینی استفادہ

مختلف تذکروں اور تاریخی احوال، نیز مشائخ عظام کے مکتوبات کا جائزہ لینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خواتین تصوف کے مشائخِ عظام سے دینی استفادہ کرتی تھیں۔ یہ استفادہ دینی مجالس میں شرکت، تصوف سے متعلق کتابیں پڑھنے، اصلاحی مکاتیب کے ذریعے ان سے استفادے اور دیگر صورتوں پر مشتمل ہے۔ خواتین وعظ و ارشاد کی مجالس میں بھی شریک ہوتی تھیں اور بعد کے ادوار میں جب تصوف میں کئی ایسے امور شامل ہوئے جو صدرِ اول میں نہیں ملتے تو خواتین کا ذکر اس پہلو سے بھی ملتا ہے۔ چناں چہ علامہ عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ) صوفیہ کے احوال اور تذکروں پر مشتمل اپنی کتاب **نفحات الأنس من حضرات القدس** میں خضر سے رہ نمائی لینے جیسے امور کے حوالے سے بھی خواتین کا ذکر کرتے ہیں۔ ان امور کے حوالے سے ڈاکٹر این میری شمل لکھتی

۳۲۔ الخطیب البغدادی، **تاریخ بغداد**، ۴: ۴۴۷۔

۳۳۔ پانچویں صدی میں تصوف میں خواتین کے علمی استفادے کا یہ مختصر حال معروف محقق ڈاکٹر اکرم ندوی کی کتاب *al-Muhaddithat: the Women Scholars in Islam* سے ماخوذ ہے جس کا اردو ترجمہ راقم نے کیا ہے اور ہنوز غیر مطبوع ہے۔ اس ترجمے کے دوران میں یہ مختصر تذکرہ مطالعے میں آیا۔ یہ تذکرہ ظاہر ہے بہت ہی سرسری ہے اور اس سلسلے میں مختلف صدیوں میں خواتین کی ان سرگرمیوں کو تفصیلی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۳۴۔ عمر رضا کحالہ، **أعلام النساء في عالمي العرب والإسلام** (بیروت: مؤسسة الرسالة، س ن)، ۳: ۱۹۶۔

ہیں:

> Apparently women were allowed to attend the meetings of Sufi preachers. The daughter of Abū Bakr al-Kattānī, the mystic, expired during a session in which Nūrī, the enraptured Sufi, spoke about love, and three men died with her. A considerable number of women of the ninth and tenth centuries are mentioned in the Arabic and Persian sources for their extraordinary achievements in piety and mysticism .And there were even women mystics who were guided by Khiḍr himself and received spiritual instruction from him.[35]

(بظاہر خواتین کو صوفی مبلغین کی مجالس میں شرکت کی اجازت دی جاتی تھی۔ ابو بکر الکتّانی صوفی کی بیٹی کا انتقال (غلبۂ خشیت کے باعث) ایک مجلس میں ہوا جس میں وارفتہ حال صوفی، نوری محبت کے موضوع پر گفت گو کر رہے تھے اور ان کے ساتھ تین آدمی بھی فوت ہو گئے۔ عربی اور فارسی مصادر میں نویں اور دسویں صدی کی خواتین کی ایک معتدبہ تعداد کا ذکر، ان کے تقویٰ و روحانیت میں غیر معمولی کارناموں کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ایسی خواتین کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کی رہ نمائی خود خضر نے کی اور انھوں نے ان سے تلقینِ روحانی حاصل کی۔)

مختلف مشائخ کے مکتوبات کے مجموعوں میں درج خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواتین کا ان سے دینی اخذ واستفادے اور بیعت وارادت کا تعلق رہا ہے۔ علامہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۲ھ)، صاحبِ **مثنوی معنوی**، کے فارسی مکتوبات **احوالِ دلِ گداختہ** کے نام سے ہیں جنھیں ایک فارسی محقق ڈاکٹر غلام علی حداد عادل نے مرتب کیا ہے۔ ان میں خواتین کے لکھے گئے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ ان خواتین کا بے حد احترام کرتے اور انھیں عزیز رکھتے تھے۔ مولانا کا صوفیانہ امور سے دل چسپی اور رغبت رکھنے والی خواتین سے رابطہ بھی تھا، جس کا تذکرہ عبد الباقی گولپینارلی کی مولانا جلال الدین رومیؒ کے بارے میں لکھی گئی کتاب میں مستقل مقالے کی صورت میں ملتا ہے۔[۳۶]

مکتوبات کے مذکورہ بالا مجموعے میں مکتوب نمبر ۴۶ میں ایک خاتون کو خطاب ہے: "فخر الخواتین"، موضوع: بیماری سے نجات کے بعد صحت یابی پر خوشی کا اظہار؛ اس خط کے القابِ خطاب لائقِ توجہ ہیں جو ایک سچے صوفی کے دل میں خواتین کے احترام اور قدر و منزلت کا پتا دیتے ہیں، فرماتے ہیں: "سعادت و دولتِ رفیع ولیۃ الانعام والاکرام، زاہدۂ عابدہ، فخر الخواتین و عصمتہن، خوش اخلاق، عالی ہمت، عاقبت اندیش، خیر جو، نیک نام، بادشاہ نژاد،

35– Schimmel, *Mystical Dimensions*, 427.

۳۶– عبد الباقی گولپینارلی، **مولانا جلال الدین: زندگانی، فلسفہ اور ان کی کتب سے انتخاب** (تہران: پژوہشگاہ علومِ انسانی و مطالعاتِ فرہنگی، ۱۹۹۷ء)، ۳۴۷، ۳۵۱۔

خداوندزادأدام الله عصمتها وزاد دولتها."(۳۷)

اس آغاز کے بعد فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ تا ابد آپ کے رتبے میں اضافہ قائم رکھے۔ دوستوں کی آنکھیں روشن، دشمن کا حال بد حال، دین ودنیا کی حاجات محصول، دونوں جہاں کی مرادیں قبول اور ہر دو منازل کی سعادت موصول ہو۔ بحق محمد وآلہ، اس بندے کا سلام ودرود قبول فرمائیں، آپ کے مبارک وفرخندہ دیدار کی آرزومندی کی کوئی انتہا نہیں۔ حق تعالیٰ گواہ ہے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس دم میں آپ حضور کے احوال سے غافل ہوا اور آپ کے شاہانہ لطف وکرم، مہر ومحبت اور احسان واکرام کو میں نے کبھی فراموش نہ کیا، لیکن آپ کے لیے خدا کے حضور عجز وانکساری سے دعا گو ہوں، کیونکہ نہ تو حاضر ہونے کا کوئی امکان ہوا، نہ لکھنے کا موقع میسر آیا۔ جیسا کہ آپ کا دلِ روشن اور جانِ پاک جانتی ہے کہ یہ بیانِ حقیقت ہے جس میں کسی تکلف سے کام نہیں لے رہا، وہ محبت جو رضائے الٰہی کی خاطر کی جائے تو کیا موت ہو، کیا حیات، اس میں کسی کمی یا نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ ہر آنے جانے والے وابستگان سے آپ کی احوال پرسی میں مشغول رہتا ہوں۔(۳۸)

اس مکتوب کا انجام یوں ہے: "یہاں کے حالات کیا عرض کروں؟ چھوٹے اور بڑے، روز وشب اس سلطنت کے لیے دعا گو ہیں، کیونکہ آپ حضور محتاجوں اور مساکین کے دست گیر اور تنہا آرزومند ہیں۔ ہماری جانب سے چھوٹے بڑے سب ملازمین کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔"(۳۹)

اپنے وقت کے عارفِ کامل اور فلسفہ وکلام کے ماہر کا یہ خط کس قدر بے ساختگی پر مشتمل ہے جس میں کسی

۳۷۔ جلال الدین رومی، **مکتوباتِ مولانا روم (احوالِ دلِ گداختہ)**، ترتیب وتوضیحات وتشریحات، غلام علی حداد عادل، اردو ترجمہ، سید سکندر عباس زیدی (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۷ء)، ۱۸۱۔

۳۸۔ نفسِ مصدر، ۱۸۱؛ نفسِ انسانی تربیت وفنا کی منازل جب طے کر لیتا ہے تو اس میں نفسانی محبت اور اللہ کی خاطر محبت کا امتیاز وادراک اور اس کی حدود کو جاننے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ادراک ظاہر ہے پاکیزہ فطرت اور سعادت مند افراد ہی کر سکتے ہیں جو ہر فرد کے بس کی بات نہیں، کیوں کہ انسان نفس کے ملکات اور جذبات کی ماہیت وحقیقت کی پہچان میں اکثر دھوکا کھا جاتا ہے۔ وہ جس چیز کو محبت سمجھتا ہے، وہ اصل میں ہوتی نفسانیت ہے۔ جو چیز اسے استغنا معلوم ہوتا ہے، وہ حقیقت میں کبر اور خود پسندی ہوتی ہے، وقس علیٰ ہذا۔ صوفیہ جو نفسِ انسانی کے ملکات اور جذبات کے ادراک کا گہرا شعور رکھتے ہیں، وہ ان حقائق سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔ اس خط کا مضمون بظاہر ایسا ہے کہ اس سے ایک عامی دھوکے میں پڑ سکتا ہے، لیکن اس کی حقیقت کا صحیح ادراک ایک اعلیٰ سطح کی عرفانی حقیقت ہے جسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو اخلاص اور نفسانیت میں امتیاز جانتا ہو۔ تصوف کا جعلی ڈھونگ رچانے والوں نے بھی اس طرح کے جھانسے دے کر عورت کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھایا ہے۔

۳۹۔ نفسِ مصدر، ۱۸۲۔

تکلف اور عورت کے سامنے اپنی عالمانہ برتری کا اظہار نہیں۔

اس بات کی مزید تائید اس مجموعۂ مکتوبات کے ایک اور خط سے ہوتی ہے جو کسی نامعلوم خاتون کے نام ہے۔ اس میں خطاب ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"آپ خوش اخلاق، فرشتہ صفات، زندہ دل، روشن ضمیر، فخر العباد، زین الزہاد، خدا شناس، عاقبت اندیش، معین الفقر أدام الله عصمتها وزاد کرامتها (اللہ اس کی پاک دامنی اور مہربانی کو دوام بخشے۔)" (۴۰)

اس کے بعد دینی نصائح، نیکی کی ترغیب اور دیگر امور کا ذکر ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا ہے تو یہاں ضمناً یہ بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں بھی بعض مقامات پر خواتین کے حق میں بڑے پائے کے شعر کہہ گئے ہیں۔ ویسے تو موہوم لطافت، مجہول نزاکت اور جسمانی احساسِ تلذذ کے پرستار شاعروں نے عورت کے زُلف و رخسار پر دیوان سیاہ کر دیے ہیں، لیکن عورت کے حقیقی مقام کے حوالے سے مولائے روم کا ایک شعر ایسا ہے کہ خاتون کی قدر و منزلت کے بارے میں کئی دواوینِ شعری پر بھاری معلوم ہوتا ہے؛ فرماتے ہیں:

پرتوِ حق است آں معشوق نیست　　خالق است آں گوئیا مخلوق نیست

اس شعر کے حوالے سے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (۴۱) رقم طراز ہیں:

۴۰۔ نفس مصدر، ۳۱۴؛ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو رومی کا مرید کہتے ہیں اور عرفانی حقائق کے ذوق آشنا تھے۔ عورت کی عظمت کا اعتراف ان کے کلام میں بھی ملتا ہے۔ ضربِ کلیم میں فرماتے ہیں:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنوں!
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

(اقبال، **کلیاتِ اقبال-اردو** (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز)، ۵۵۶۔)

۴۱۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (۱۸۹۳ء- ۱۹۵۹ء) پاکستان کے صفِ اول کے دانش ور، فلسفی، ماہر رومی و اقبال و غالب، مترجم فلسفہ اور ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ لاہور میں کشمیری ڈار خاندان میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۱۸ء میں عثمانیہ یونی ورسٹی کالج (حیدر آباد) قائم ہوا اور ۱۹۱۹ء میں آپ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش سے فلسفہ اور منطق کے اسسٹنٹ پروفیسر

فرماتے ہیں کہ عورت کے محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظل اللہ یا پرتوِ حق ہے۔ خدا کے صفاتِ کاملہ مجازی اعتبار سے انسان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ نائبِ الٰہی ہونے کی وجہ سے وہ صفاتِ الہیہ کا مظہر ہے، لیکن ان صفاتِ الہیہ میں سے خلاقی کی صفت کا مظہر مرد سے کہیں زیادہ عورت ہے۔ تمام انسان عورت کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک قطرۂ منی سے شروع کر کے کامل بچہ بننے تک عورت ہی کا رحم ربوبیت کا محل ہے۔ اس لیے مولانا فرماتے ہیں کہ عورت گو ایک حیثیت سے مخلوق ہے، لیکن دوسری حیثیت سے وہ خالق بھی ہے۔ خالقِ حقیقی خدا ہے، لیکن خالقِ مجازی عورت سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ مردوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام کیے ہیں اور علم و ہنر میں جس کمال کا اظہار کیا ہے، ان میں سے کوئی کام ایسا نہیں جو عورت نے نہ کیا ہو یا آئندہ کوئی عورت نہ کر سکے، لیکن ایک کام ایسا ہے جو فقط عورت ہی کر سکتی ہے اور کوئی مرد کسی حالت میں نہیں کر سکتا۔ وہ کام بچہ جننا ہے جو کائنات میں خدا کی خلاقی کے بعد سب سے بڑا اخلاقی کا عمل ہے۔ مرد ہر قسم کی صناعی میں کمال پیدا کرتے ہیں، لیکن ایک قطرے سے انسان بنانا اور اولیا و انبیا و صلحا کو معرضِ وجود میں لانا عورت ہی کا کام ہے۔۔۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے **کلید مثنوی** میں اس شعر کی شرح میں لکھا ہے کہ عورت کی تشبیہ بالخالق اور مظہریت صفاتِ الہیہ چند اعتبارات سے ہے: اول یہ کہ وہ مرد کی جاذبِ قلب ہے، دوم بچے کی مولد و مصور ہے، سوم بچے کی مربی ہے، چہارم شوہر کے لیے اس سے سکونِ قلب ہے، پنجم وہ مصلحِ امورِ معیشت ہے۔ ان میں سے ہر صفت کسی نہ کسی صفتِ الہیہ کا پرتو ہے۔ (۴۲)

مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر انسان کی باطنی استعداد کی اعلیٰ معرفت کی علامت ہے، جو صوفیہ کی زندگی میں بھرپور انداز میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ)، مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات (دفتر سوم) میں مکتوب ۱۷ کے آغاز میں درج ہے: "ایک اہلِ ارادت صالحہ خاتون کے نام صادر فرمایا- دینی عقائد اور عباداتِ شرعیہ کی ترغیب میں" یہ خط کافی طویل ہے جس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خاتون کو مخاطب کر کے عقائد اور عبادات کے حوالے سے بڑی عمدہ گفت گو فرمائی ہے۔ خط کے آخر میں لکھتے ہیں: "اگرچہ وقت و حال اور زمان و مکان اس کا تقاضا

مقرر کیے گئے۔ حیدرآباد میں آپ نے کئی علمی کام کیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں ہی رہنے لگے۔ ۱۹۵۰ء میں گورنر جنرل غلام محمد کی مدد سے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ **فکرِ اقبال، افکارِ غالب، حکمتِ رومی، تشبیہاتِ رومی، اسلام کا نظریۂ حیات، داستانِ دانش** وغیرہ طبع زاد تصانیف کے علاوہ فلسفے کی مختلف کتابوں کے فاضلانہ اور معنیٰ خیز تراجم آپ کی علمی یادگار ہیں۔ آپ کی بیٹی ڈاکٹر رفیعہ حسن اس وقت ان کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے مختلف تقریبات منعقد کرتی رہتی ہیں۔ (تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: **ممتاز اختر مرزا، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم - سوانح اور ادبی خدمات** (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۱۰ء)

۴۲- خلیفہ عبدالحکیم، **تشبیہاتِ رومی** (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۱۰ء)، ۷۶۔

نہیں کرتے تھے کہ کچھ تحریر کیا جائے، لیکن چونکہ آپ کا شوق اور کمال درجہ رغبت دیکھی، اس لیے تکلف کے ساتھ اپنے آپ کو اس کام کے لیے تیار کیا اور چند سطریں تحریر کر کے کمال الدین حسین کے سپرد کر دیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام علی من اتبع الھدی."(۴۳)

اس خط کی طوالت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتون حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خصوصی قدر و منزلت کی حامل ہوں گی جن کی دینی طلب کی تعریف انھوں نے مکتوب کے آخر میں فرمائی ہے اور پھر اس قدر دانی کا پورا پاس بھی کیا ہے کہ اپنی کسی شدید مصروفیت کے باوجود اس قدر طویل اور عالمانہ جواب تحریر کیا۔ طلبِ صادق رکھنے والوں کی یہ قدر دانی اہل اللہ کی زندگی کا ایک خصوصی امتیاز ہے جس کے واقعات سے ان کی زندگیاں بھری پڑی ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی سرسری ورق گردانی سے کسی خاتون کے نام کوئی اور خط نہیں مل سکا، تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان کے اہلِ ارادت میں اور دینی وعلمی استفادہ کرنے والوں میں صرف ایک خاتون ہی ہوئی ہوں گی۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت خواجہ معصوم فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مجموعے میں بھی خواتین کے نام بعض خطوط ملتے ہیں۔ ان مکتوبات کے دفتر اول میں مکتوب ۵۴ کے آغاز میں ہے: "جاناں بیگم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے اسرار کے بارے میں تحریر فرمایا"؛ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر مکتوب الیہا خاتون زندگی کے دکھوں اور مصائب کا شکار ہے اور ابتلا و آزمائش کی حقیقت جاننے کے لیے اس نے خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ اس میں فرمایا ہے: "بلا (مصیبت) محبوب کا تازیانہ (کوڑا) ہے جو کہ محب کو ماسوا کی طرف التفات کرنے سے باز رکھتا ہے اور (صرف) محبوب کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ بلا محبوب کی کمند ہے جو کہ محب (محبت کرنے والے) کے رگ وریشہ میں اٹکی ہوئی ہے اور کشاں کشاں (اس کی طرف) لے جاتی ہے۔"(۴۴)

مکتوباتِ معصومیہ کے دفتر دوم میں مکتوب ۳۳ کے آغاز میں ہے: "سیدہ بی بی کے نام وظائفِ طاعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔" مکتوب کے اسلوبِ خطاب میں خاتون کے لیے کلماتِ

۴۳۔ مجدد الفِ ثانی، **مکتوباتِ حضرت مجدد الفِ ثانی**، ترجمہ، مولانا سید زوار حسین شاہ (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ۳: ۴۸، ۶۸۔

۴۴۔ خواجہ محمد معصوم، **مکتوباتِ معصومیہ**، ترجمہ، مولانا سید زوار حسین شاہ (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۱۹۷۸ء)، ۱: ۱۵۶۔

تکریم کی ابتدا یوں ہے:"عفت پناہ، عصمت دستگاہ، ہمشیرۂ دینی سیدہ بی بی اس جانب سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں۔"اس کے بعد خاتون کو آخرت کی تیاری کی ترغیب اور اوراد و وظائف کی ایک فہرست فراہم کی ہے۔[۴۵]

اسی دفتر دوم میں مکتوب ۷۷ بھی ایک خاتون کے نام ہے جس میں اس کو کسی عزیز کی وفات پر تعزیت و نصیحت کے کلمات ہیں۔خط کا آغاز یوں ہوتا ہے:"حمد وصلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد ہمشیرۂ عفیفہ محترمہ سے عرض کرتا ہے کہ خبرِ وحشت اثر سننے (کی وجہ) سے کیا لکھے کہ کس قدر غم واندوہ پیدا ہوا۔۔۔"اس کے بعد خط میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر اور توشۂ آخرت کی تیاری کی ترغیب ہے۔[۴۶]

اسی دفتر کا مکتوب ۵۱ بھی ایک خاتون کے نام ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بعض عاداتِ شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بارے میں ہے۔[۴۷] دفتر سوم میں مکتوب ۱۸۴ حاجی بیگم کے نام ہے جس میں فنا وعدمیتِ ذاتی کے حصول کی ترغیب ہے۔[۴۸] دفتر سوم کا مکتوب ۱۸۷ کسی صالح خاتون کے نام ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط میں اس خاتون کی طرف سے اہل اللہ کی محبت کا اور اللہ سے تعلق کی طلب کا اظہار تھا تو خواجہ صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں:"عصمت پناہ وعفت دستگاہ، ہمشیرۂ مشفقۂ محترمہ؛ اس مسکین کی جانب سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں۔مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔چونکہ فقرا کی محبت کی خبر دینے والا اور بے مثل مطلوب کی طلب کا پتا دینے والا تھا(اس لیے) مسرت بخش ہوا۔۔۔"[۴۹]

برصغیر میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۴ء) تصوف وسلوک کے باب کی بہت جلیل القدر شخصیت تھے۔ان کی کتابوں سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ خواتین آپ سے بیعتِ ارشاد حاصل کرتی تھیں اور اپنی باطنی تربیت کا اہتمام کرتی تھیں۔ **ملفوظات** میں ایک جگہ درج ہے:"ایک بی بی کا خط آیا ہے، اس میں لکھا ہے میں بیعت ہونا چاہتی ہوں اور اپنے خاوند کا پرچہ دستخطی ہمراہ ہے۔فرمایا کیسے سلیقے کی بات ہے۔اب کیا عذر کر سکتا ہوں۔سیدھی سیدھی بات لکھی ہے،اس لیے مرید کرنا ہی پڑ گیا۔"[۵۰]

۴۵۔ نفس مصدر، ۲: ۶۲۔

۴۶۔ نفس مصدر، ۲: ۱۳۷۔

۴۷۔ نفس مصدر، ۲: ۹۵۔

۴۸۔ نفس مصدر، ۳: ۲۶۶۔

۴۹۔ نفس مصدر، ۳: ۲۶۸۔

۵۰۔ اشرف علی تھانوی، **ملفوظاتِ حکیم الامت** (ملتان: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ۱۴۲۳ھ)، ۱: ۵۰۔

ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتین ان حضرات سے سلوک واحسان کے اعلیٰ مسائل دریافت کرتی تھیں، عملی طور پر اوراد ووظائف کی پابندی کرتیں اور مجاہدہ واستقامت کی راہ پر گام زن تھیں اور جس طرح دیگر مرد حضرات سلوک واحسان کی طلبِ باطنی کے باعث ان مشائخ سے استفادہ کرتے تھے، خواتین بھی اس طلب سے پورے طور پر بہرہ مند تھیں اور روحانی تربیت اور تزکیے کا بھرپور اہتمام کرتی تھیں۔ مشائخِ عظام ان کی اس دینی طلب کا پورا پاس کرتے ہوئے ان کی رہ نمائی فرماتے اور کمالِ شفقت سے ان کے سوالات کے جواب عنایت کرتے تھے۔

مرد حضرات کا صوفی خواتین سے دینی استفادہ

مسلم روایتِ تصوف میں باکمال صوفی خواتین سے مرد حضرات کے استفادے کے احوال بھی ملتے ہیں اور وہ ان کے اخلاقی اور روحانی کمالات پر رطب اللساں نظر آتے ہیں۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے احوال میں یہ بات کثرت سے ملتی ہے کہ بڑی بڑی شخصیات ان کے دروازے پر حاضری دیتی تھیں جن میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اعلیٰ پائے کے صوفیہ اور فقہا بھی شامل ہوتے تھے۔

شیخ اکبر محیی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے مرد اور خواتین کی ایک تعداد سے استفادہ کیا، بلکہ ان کی تصوف سے وابستگی میں بعض خواتین کا خصوصی دخل ہے۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

وأصدق من رأيناه في هذا الباب من النساء فاطمة بنت ابن المثنى بإشبيلية خدمتها وهي بنت خمس وتسعين سنة وشمس أم الفقراء بمرشانة وأم الزهراء بإشبيلية أيضا وكلبهار بمكة تدعى ست غزالة.[۵۱]

(اس باب میں ہم نے جن اہلِ صدق خواتین کو دیکھا، ان میں اشبیلیہ کی فاطمہ بنت ابن المثنی ہیں، جن کی میں نے اس وقت خدمت کی تھی، جب وہ پچانوے سال کی تھیں۔ اسی طرح مرشانہ کی شمس ام الفقراء، اشبیلیہ کی ام الزہرا اور مکہ میں گل بہار جنھیں ست غزالہ کہا جاتا تھا۔)

علامہ تقی الدین الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۳۲ھ) نے مکہ مکرمہ کی تاریخ واحوال پر اپنی کتاب **العقد الثمین فی تاریخ البلد الأمین** میں اس بلدِ امین کی ایک خاتون امۃ الرحیم، فاطمہ بنتِ شیخ قطب الدین کے حوالے سے

۵۱- محی الدین ابن عربی، **الفتوحات المکیة**، تحقیق وتقدیم، عثمان یحیی، تصدیر ومراجعہ، ابراہیم مدکور (الهیئة المصریة العامة للکتاب، ۱۹۹۲ء)، ۴: ۲۳۶۔

لکھا ہے: ”سمع منها جماعة من الأعيان، وألبستهم خرقة التصوف، كما لبستها من الشيخ نجم الدين التبريزي.“[۵۲] (شخصیات کی ایک جماعت نے آپ سے سماعتِ حدیث کی۔ آپ نے ان کو خرقۂ تصوف پہنایا اور آپ نے یہ خرقہ شیخ نجم الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے پہنا۔) اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خواتینِ اسلام سے مرد حضرات کا بیعت واسترشاد کا تعلق بھی تھا۔[۵۳]

ابو طاہر السلفی رحمۃ اللہ علیہ کی **معجم السفر** کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ اس میں ایک صوفی خاتون آمنہ السردروذیہؒ کا ذکر آتا ہے۔ یہ صاحبِ کرامات خاتون تھیں جن کی زیارت کو بڑے مشائخ آتے تھے۔ ابو طاہر علی بن طاہر الجرباذقانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: ”كنت مع جماعة من أصحابنا المتصوفة فقصدوا آمنة السردروذية فقلت وقد آل أمرنا إلى أن نقصد امرأة للزيارة فلما دخلنا عليها تكلمت فطاب وقتي وصحت صيحة فقالت اسكت يا مدعي هذا لا يشبه كلامك في الطريق فقمت واستغفرت ورأيت منها بعد ذلك كرامات عجيبة.“[۵۴] (ہم صوفیہ کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ انھوں نے آمنہ سردروذیہ کا ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ اب وقت آیا ہے کہ ہم ایک عورت کی زیارت کریں گے۔ جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو میں نے کچھ بات کی اور وقت اچھا لگا۔ انھوں نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ اے دعوے کرنے والے! چپ ہو جا، تیری یہ بات تیری راستے والی بات سے میل نہیں کھاتی۔ میں اٹھا اور استغفار کیا اور اس کے بعد ان کی طرف سے عجیب کرامات دیکھیں۔)

تاریخ وتذکروں کے مصادر میں اس حوالے سے مزید مواد کی تلاش وجستجو ممکن ہے۔ اس جائزے کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو یہ کہنا درست ہو گا کہ مسلم تہذیبی روایت میں عورت کا روحانی اور اخلاقی پہلو سے کردار بہت مضبوط اور جان دار رہا ہے۔

۵۲- تقی الدین محمد بن احمد الحسنی الفاسی المکی، **العقد الثمين فى تاريخ البلد الأمين**، ت، عبد القادر عطا (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۸ء)، ۶: ۴۲۵۔

۵۳- اطہر مبارک پوریؒ، **خواتینِ اسلام کی دینی وعلمی خدمات**، ۵۰- ۵۲۔

۵۴- السلفی، **معجم السفر**، ۲۶۱۔